قربانی اور اہل حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کا وجود اگرچہ ہر امت میں ثابت ہے۔ مگر تمام روئے زمین پر قربانی کرنا اسلام کا امتیازی نشان ہے۔ یہود صرف ہیکل یروشلم میں قربانی کے قائل ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مر جانا ہی ہم سب کی طرف سے قربانی کا بدل ہے۔ جب کہ قرآن پاک نے اس غلط افواہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرنا تو کجا صلیب پر چڑھنا ہی ثابت نہیں رسول اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی۔ کسی بھی سال ترک نہیں فرمائی۔

گذشتہ صدی سے بعض لوگوں میں دین میں خودرائی کا مرض پیدا ہو گیا تو کئی اسلامی مسائل ان کا تختہ مشق بنے۔ چنانچہ قربانی کا مسئلہ بھی اس کی زد میں آ گیا۔ بعض منکرین حدیث نے قربانی کی مخالفت میں لکھا تو اہلسنت والجماعت نے ان کے ہر مغالطہ کا جواب دیا۔ ہمارے اہل حدیث حضرات کو بھی اس معرکہ میں فقہاء کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں آئمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی عبارات سے قربانی کا ثبوت پیش کر کے مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر اب بھی ان (منکرین قربانی) کو اپنے اس ادعا پر ناز ہے تو پھر ہمیں بھی اپنے ان فقہاء کا پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں کہ کون ہیں، کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ...... ﴿**ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین**﴾

لاؤ تو صحیح ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سمجھ دے نہ مانیں تو آئمہ اربعہ کو بھی جواب دے دیں ماننے پر آئیں تو شیعہ فقہ بھی برہان بن جائے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ مذکورہ بالا فقہاء اسلام کا یہ اجماع واتفاق قربانی کے مشروع ومسنون ہونے پر خود ایک مستقل اور ناقابل انکار شہادت ہے کیونکہ ان فقہاء کرام کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا۔ کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام ومسائل پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق وتفحص کے تمام ذرائع موجود تھے۔ دیکھیے آئمہ اربعہ کے زمانہ ولادت ووفات کا نقشہ یہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ۔ ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ۔ امام مالکؒ ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ امام شافعیؒ ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ امام احمدؒ ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی مالک نے ابن زبیر مکی سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیث سنی (موطا ص ۴۹۶)............ امام ابوحنیفہؒ تو امام مالک سے تیرہ سال بڑے ہیں آپ کا مؤلد ومسکن شہر کوفہ رہا جو حضرت علیؓ کا دارالخلافہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے

درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے جنہوں نے خلفائے راشدینؓ کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی تھی۔

ایسے میں ان فقہاء کے بارے میں کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے ان سب کا زمانہ عہد نبوتؐ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی مشکل امر نہ تھا اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے کہ جو عمل سنت نہ ہوا اسے سنت باور کر بیٹھیں۔

امت کا متواتر عمل

قربانی کے مشروع ومسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت مسلمہ کے متواتر عمل کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عیدالاضحیٰ اور اسکی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اس روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف واکناف میں مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے چودہ سو سالہ تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے۔ یہ ایک ایسا متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ ﷺ کے عہد تک اسطرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی۔ دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے جس تواتر کے برتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے

اور عرب کے در یتیم محمد بن عبداللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے۔کوئی فتنہ اگر اس تواتر کو بھی مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کونسی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی ایسی سنت مؤکدہ کو مشکوک ٹھہرایا (والحمدللہ علی ذلک) (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۳۱ ج ۱۳)

مزید تحریر فرماتے ہیں۔
تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کے لئے اسلام کے ان مسائل واحکام میں بھی تشکیک پیدا کردینے کا

فیصلہ کرلیا ہے۔جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتدا سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیرخواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے اختلافی بنادیا جائے اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۴ ج ۱۳)

حضرات منکرین قربانی کو جو فہمائش کی گئی ہے۔بے شک برحق ہے۔لیکن اگر یہ حضرات خود اس قانون پر کاربند ہوجائیں تو امت کے کتنے اختلافات مٹ سکتے ہیں خود ان حضرات نے ہی تو یہ راستہ دکھایا۔چنانچہ ذیل میں ہم ان چند مسائل کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جن میں ان حضرات نے عملی متواترات سے انحراف کیا ہے۔

(۱) امت میں قرآن کے اوقاف عملاً قربانی کے عمل سے بہت زیادہ متواتر تھے لیکن ان حضرات نے قرآن پاک چھپوایا جس کا نام رکھا ''مسنون قرأت والا قرآن'' اور اس سے تمام اوقاف حذف کردیے۔

(۲) اسلام میں تقلید کا عمل پہلے دن سے آج تک متواتر ہے۔مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق میں صحابہ وتابعین کے ہزارہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل درج ہیں لوگوں نے بلا مطالبہ دلیل ان پر عمل کیا نہ فتویٰ دینے والوں کو ابلیس کہا گیا نہ عمل کرنے والوں کو مشرک کہا گیا۔ ان حضرات نے اس تواتر سے اعراض کیا۔

(۳) جمعۃ المبارک سے قبل دو اذانیں امت میں یقیناً قربانی کے عمل سے زیادہ متواتر ہیں۔مگر فتاویٰ ستاریہ میں پہلے اذان کو بدعت قرار دیا گیا۔

(۴) رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنا امت میں یقیناً قربانی کے تواتر سے زیادہ تواتر ہے۔مگر آج اسلام کی اہم خدمت بیس رکعت تراویح کے خلاف چیلنج بازی کو ہی سمجھا جارہا ہے۔

(۵) باریک جرابوں پر مسح آئمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔یہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے مگر یہ حضرات باریک جرابوں پر مسح کرکے اپنا وضو اور نمازیں خراب کرلیتے ہیں۔

(۶) جس طرح متعہ کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے اسی طرح تین طلاقیں خواہ کسی طرح دی جائیں اس کے بعد بیوی کے حرام

ہونے پر بھی آئمہ اربعہ کا اجماع ہے مگر ان حضرات نے تین کے ایک ہونے پر اجماع سے اختلاف کیا۔

(۷) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں یہ استفاضہ (تواتر) سے ثابت ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے ہے۔

(۸) ساری امت کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں شامل ہے مگر ان کے عوام اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی وہ رکعت پوری شمار ہوتی ہے۔ مگر یہ حضرات اس رکعت کو شمار نہیں کرتے۔

(۱۰) پوری امت کا اتفاق ہے کہ قربانی کے حصہ داروں میں اگر ایک مرزائی ہو تو کسی کی قربانی جائز نہیں ہوگی مگر ان حضرات نے فتویٰ دے دیا اگر حصہ داروں میں مرزائی شامل ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۸۹)

الغرض جو شکوہ غیر مقلدین کو منکرین حدیث سے ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کو ہی عمل بالقرآن سمجھتے ہیں۔ یہی شکوہ اہلسنت والجماعت کو غیر مقلدین سے ہے۔ کہ جو مسائل اور احکام فقہاء اور عوام میں متواتر چلے آرہے ہیں ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔ قربانی کے جانور کے بارہ میں حدیث میں مسنہ کا لفظ آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کی ہو۔ دوسرا شروع اور گائے بھینس میں سے جو دو سال کی ہو تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو، چھٹا شروع ہو۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۲ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۱۲۴)

اس فتویٰ پر مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اور میاں نذیر حسین کے علاوہ سات اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں اور علامہ شوکانی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مسنہ کا یہ معنی فقہاء نے بیان کیا ہے لغت میں اس کا معنی ہے دوندا یعنی جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

عرض یہ ہے اگر آپ نے مسنہ میں فقہاء کا بیان کردہ معنی چھوڑ کر لغت کا سہارا لیا ہے تو اگر کوئی شخص ''صلوٰۃ'' کا لغوی معنی دعا ہی لے یا حج کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہی لے اور ارادے کو ہی حج سمجھے اور زکوٰۃ کا لغوی معنی پاکی ہی لے اور ان الفاظ کے شرعی معنی کا لحاظ نہ کرے تو پھر آپ ان کو فقہاء کی طرف آنے کی دعوت کیونکر دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو غلط راستہ آپ ہی دکھا رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں تو آپ بھی فقہاء سے بگڑ گئے ہیں۔

قربانی کے دن

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کرتے تھے اور اسی دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن فرمایا کہ تین دن بعد قربانی کا گوشت گھر نہ رکھنا۔ یہ حدیث تقریباً سولہ صحابہؓ سے مروی ہے اور متواتر ہے۔ اس حدیث سے جمہور امت نے یہی سمجھا کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربان کرنا کیسے جائز ہوگا معلوم ہوا قربانی کے تین ہی دن ہیں۔

۱۔ مالك عن نافع عن عبدالله ابن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی (موطا ص ۴۹۷)

مالک اور نافع کی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے قربانی کے تین دن ہیں ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

۲۔ مالك ان بلغه عن علی بن ابی طالب مثل ذلك موطا (موطا ص ۴۹۷ و محلی فی المحلی ج ۷ ص ۳۲۰)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی قربانی کے تین دن فرماتے تھے ابن حزم نے المحلی میں اس کی سند بیان کی ہے۔

منکرین حدیث نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی نہیں کی تھی تو وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۴ ج ۱۳)

اس فتویٰ میں صاف تسلیم کیا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تین دن قربانی کے قائل تھے (۴۔۵۔۶۔۷) امام ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انسؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی قربانی کے تین دن روایت کیے ہیں۔ (المحلی ج ۷ ص ۳۷۷)

ہمارے غیر مقلدین دوستوں کا شیوہ یہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے اس کو مٹانے کے لیے منکر روایات کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ تین دن کی قربانی کی بنیاد مذکورہ متواتر روایات پر تھی دور صحابہؓ میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں حضرت انسؓ اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی۔ مگر ہمارے غیر مقلدین حضرات اس لیے یہ ایک منکر حدیث لے اُڑے کہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں یہ مضمون تقریباً چودہ صحابہؓ نے روایت فرمایا ہے اس کے خلاف حضرت جبیرؓ بن معطم کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الاشدق نے کھانے کی بجائے لفظ ذبح بیان کر دیا۔ غیر مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح نہیں مانتے چنانچہ ان کے سابقہ مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۱۷۸) اور سابق امیر جماعت اہلحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے (فتاوی، علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۱۶۹) اور دوسری جگہ تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر فرماتے ہیں، بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیرؓ بن معطم کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جبیرؓ بن معطم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں۔ (ص ۱۷۱ ج ۱۳)

الغرض چوتھے دن قربانی کرنا رسول اقدس ﷺ سے تو کجا کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح ثابت نہیں۔ پھر تکبیرات تشریق تو ۹ تاریخ کو بھی کہی جاتی ہیں تو ۹ تاریخ کو بھی قربانی کرنی چاہیے ہاں ان کے مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی نے تو یہ رسالہ لکھا ہے ایام النحر من عاشر ذالحجۃ الی آخر الشھر جس کا خلاصہ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۷۵ ج ۱۳ تا ص ۱۸۰ ج ۱۳ پر درج ہے کہ قربانی کے دن بیس یا اکیس ہیں جب تک محرم کا چاند نظر نہ آئے قربانی کر سکتا ہے۔ ضد کی بات الگ ہے ورنہ ان کے مفتی صاحبان بھی چوتھے دن کی قربانی کو پسند نہیں فرماتے حتیٰ کہ ان کے مفتی ابوالبرکات احمد صاحب فرماتے ہیں جس کو پہلے دن قربانی میسر ہو اور وہ نہ کرے اور وہ قربانی کو باندھ رکھے اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۵۵) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح اول وقت نماز پڑھنا افضل ہے آخر وقت نماز پڑھنے کی عادت بنالیں تو نماز تو ہوجائے گی لیکن منافقانہ نماز ہوگی۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۷۶ ج ۱۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین!